قرۃ العین خرم ہاشمی

سبق

"اماں! میری قمیص کی فٹنگ کر دیں اور سلائی اس طرح لگانی ہے کہ.....!"

تانیہ، ہاتھ میں اپنی نئی قمیص پکڑے تیزی سے کمرے میں داخل ہوئی تو ماں کو دیکھ کر ٹھٹک کر رک گئی۔ عارفہ موبائل کان سے لگائے، سامنے انگوروں سے بھری پلیٹ رکھے، مزے سے باتیں کرتے ہوئے، اردگرد سے بے نیاز تھیں۔

تانیہ نے گھڑی کی طرف دیکھا اور پھر بے چینی سے کمرے میں چکر کاٹنے لگی۔ ساتھ ساتھ وہ رک کر ماں پر بھی نگاہ ڈال لیتی مگر عارفہ اسے نظر انداز کیے خاندانی چغلیوں میں مشغول تھیں۔

"پتا نہیں اماں کا گھنٹہ کب پورا ہوگا؟ کہنے کو تو کوثر خالہ بھرے پُرے سسرال میں رہتی ہیں مگر ان کا فون ہر وقت بزی رہتا ہے۔ نجانے اتنی لمبی کالز کرنے کے لیے وقت کیسے مل جاتا ہے؟"

تانیہ بڑبڑاتی ہوئی، جھنجھلا کر جیسے ہی مڑی، عارفہ کو غصے سے گھورتا دیکھ کر ٹھٹک گئی۔

"بہت زبان چلنے لگی ہے تمہاری۔ تمہیں کیا مسئلہ ہے اگر میں اپنے فارغ وقت میں اپنی بہنوں سے بات کرلوں۔ گھر کے کون سے کام رکے ہوئے ہیں؟ صفائی ستھرائی سے لے کر کھانا بنانے تک سب کچھ تو کرلیا ہے۔ ماں کی کوئی زندگی نہیں ہوتی۔ کیا ماں صرف کاموں کے لیے ہوتی ہے اور کیا ماں؟" عارفہ کی آواز اونچی ہوگئی تھی۔

"بس کر دیں میری پیاری ماں! غلطی ہوگئی۔ آئندہ کچھ نہیں کہوں گی بلکہ اپنی پیاری سی ماں کو مزید سستے کال پیکج کا بتاؤں گی۔"

تانیہ کہتے ہوئے ماں سے لپٹ گئی۔ عارفہ کے غصے کا گراف ایک دم نیچے آیا۔ اکلوتی اور لاڈلی بیٹی میں ان کی جان تھی۔ بھلے وہ بی۔ اے کی طالبہ تھی مگر ابھی بھی والدین کے لیے چھوٹی سی بچی ہی تھی۔

"اچھا مکھن کم لگاؤ۔ بتاؤ کیا کام ہے۔" عارفہ نے مسکرا کر کہا تو تانیہ نے سکون کی سانس لی اور جلدی سے ماں کو سمجھانے لگی۔ عارفہ نے سر ہلایا۔

"بھلا برانڈز سے آن لائن کپڑے منگوانے کا کیا فائدہ؟ اگر پھر بھی ان پر محنت کرنی پڑے۔ ایک شرٹ اتنی مہنگی ہے جبکہ اتنے میں تو میرے تین سوٹ آجاتے۔"

عارفہ بڑبڑاتے ہوئے سلائی مشین کی طرف بڑھیں۔ تانیہ نے مسکرا کر ماں کی طرف دیکھا اور پھر مطمئن ہوکر، ماں کی چھوڑی جگہ پر بیٹھ کر، انگوروں کی پلیٹ گود میں رکھی اور موبائل ہاتھ میں پکڑ کر سوشل میڈیا کی رنگ برنگی دنیا کی سیر کرنے لگی۔ عارفہ نے کچھ پوچھنے کے لیے تانیہ کی طرف دیکھا اور پھر گہری سانس لے کر رہ گئیں۔

"دوسروں کو باتیں سنانا آسان ہوتا ہے؟" عارفہ بڑبڑاتے ہوئے سلائی لگانے لگیں۔

☆☆☆

عارفہ نے جلدی سے رات کے وظائف پڑھے اور پھر فون لے کر بیڈ پر نیم دراز ہوگئیں۔ تانیہ اپنے کمرے میں تھی جبکہ ان کے شوہر اسد لیپ ٹاپ پر کام کرنے میں مصروف تھے۔ سونے سے پہلے عارفہ کو کافی وقت اپنے لیے مل جاتا تھا۔ انہوں نے جلدی سے اپنے سے ایک سال بڑی بہن عاصمہ کو

www.zemtime.com

کال ملائی۔ عاصمہ جیسے ان ہی کے فون کے انتظار میں بیٹھی تھیں۔ پہلی بیل پر ہی کال ریسیو کر لی۔

''اتنی دیر لگا دی فون کرنے میں؟ پتا بھی ہے کہ میں بی۔ پی کی مریضہ ہوں۔ دوائی کھا کر سو جاتی ہوں۔''

حسب معمول عاصمہ نے گفتگو کا آغاز شکووں سے کیا۔

''خیر سوتی تو تم آدھی رات تک نہیں ہو۔'' عارفہ نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ دونوں میں دوستی بھی بہت تھی اور دونوں میں لگتی بھی تھی۔

''تم کیسے کہہ سکتی ہو؟'' حسب توقع عاصمہ کا بی پی ہائی ہو گیا۔

''بہن! واٹس ایپ پر تمہارا لاسٹ سین دیکھ کر.....!'' عارفہ نے طنزیہ انداز میں کہا۔ عاصمہ شروع ہو گئی۔

''وہ تو کامران کے ابا غلطی سے موبائل میں کچھ بھی کھول لیتے ہیں۔ دراصل انھیں بٹن والا موبائل استعمال کرنا جو نہیں آتا۔''

عاصمہ نے جلدی سے بہانا بنایا۔

''مگر کامران کے ابا کو تمہاری طرح فیس بک پر ہر ویڈیو شیئر کرنے کا شوق تو نہیں ہے ناں!'' عارفہ نے طنزیہ کہا۔ لیپ ٹاپ پر کام کرتے اسد نے سر اٹھا کر ہنستی ہوئی بیوی کی طرف دیکھا اور ان کا منہ بن گیا۔

''شوہر سے بات کرتے ہوئے ہمیشہ مرچیں چبائی ہوتی ہیں اور اب دیکھو.....!'' اسد بڑبڑاتے اور سر جھٹک کر اپنے کام کی طرف متوجہ ہو گئے۔

''آج تم میری ہر بات پکڑنے کے موڈ میں ہو۔ پہلے ہی میں ارم بھابھی کے گھر سے دکھی آئی ہوں۔''

عاصمہ نے چالاکی سے بات بدلی۔ عارفہ کو یاد آیا کہ اس نے فون کس مقصد کے لیے کیا تھا۔

''ہاں وہ ہی تو پوچھنے کے لیے فون کیا تھا۔ کل بتاؤ کیسا استقبال کیا بھائی، بھابھی نے؟'' عارفہ نے جلدی سے پوچھا۔

''کیا خاک استقبال کرنا تھا؟ بیٹیوں کے استقبال تو میکے میں تب تک ہی ہوتے ہیں جب تک

www.zemtime.com
ZEMTime SINCE 2014

والدین حیات ہوں۔ والدین کے بعد کون سے بھائی یا بھابھی پوچھتے ہیں؟ میں تو اپنے دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر دس دن بعد میکے چلی جاتی ہوں جہاں بھابھی کے پاس اپنی بیماریوں، پریشانیوں کی لمبی لسٹ ہوتی ہے۔ جسے سن کر دل کرتا ہے کہ میں گھر سے ہی کچھ بنا کر لے آتی تاکہ بھابھی صاحبہ کو کوئی زحمت نہ کرنی پڑے۔" عاصمہ نے لمبی تمہید باندھی۔

"ہمارے بھائی کا گھر ہے۔ بھابھی کون ہوتی ہے ہمیں روکنے والی؟ اچھا ہے کہ ہم تینوں باری باری ہر ہفتے میکے کا چکر لگا لیتی ہیں۔ بھائی اور بھابھی پر نظر رکھنا بھی ضروری ہوتا ہے۔ ہر وقت تو بھابھی صاحبہ نے اپنے گھر والوں کو بلایا ہوتا ہے۔"

عارفہ حسب معمول اپنی اکلوتی بھابھی کے خلاف زہر اگلنے لگی۔

"ٹھیک کہہ رہی ہو۔ جب بھی جاؤ پتلے شوربے کے ساتھ، یخنی پلاؤ بنا کر سامنے رکھ دیتی ہے جبکہ اپنے گھر والے آئیں تو مختلف اقسام کے کھانوں سے دسترخوان سجاتی ہے۔" عاصمہ نے منہ بنا کر کہا تو عارفہ کا خون ابلنے لگا۔

"اگلے ہفتے میں جاؤں گی میکے۔ ایسا کرنا کہ تم بھی آجانا اور کوثر کو بھی بلا لیں گے۔ دیکھتی ہوں کیسے ہمارے سامنے پتلے شوربے بنا کر رکھتی ہے۔ میں تو دوٹوک بات کرنے والوں میں سے ہوں۔ یاد ہے ایک بار پہلے بھی ارم بھابھی کی کلاس لی تھی اور .....!"

عارفہ فخریہ انداز میں اپنا کارنامہ سنانے لگی۔ کچھ دیر کے بعد فون بند کر کے بڑبڑاتے ہوئے بستر پر لیٹنے لگی جب اسد نے سنجیدگی سے اسے پکارا۔

"تم بہنوں کو اپنی اکلوتی بھابھی کی برائی کرنے کے علاوہ کوئی اور کام نہیں ہے؟ بچے بڑے ہو گئے ہیں۔ ایسی حرکتیں اب اچھی نہیں لگتی ہیں۔"

اسد نے لیپ ٹاپ بند کرتے ہوئے کہا۔

"ہونہہ! آپ کو کیا پتا؟ ہمارے اکلوتے بھائی کو قابو کیا ہوا ہے۔ خیر سے ہمارا بھائی اتنا کماتا کس لیے ہے اگر بہنوں کا خیال نہ رکھے۔"

عارفہ نے ہاتھ نچا کر کہا۔

"خیر حاشر نے ہمیشہ تم تینوں بہنوں کا خیال رکھا ہے حالانکہ عاصمہ باجی اور تم اس سے تین سے چار سال کے فرق سے بڑی ہو جبکہ کوثر اس سے ایک سال چھوٹی ہے۔ کوثر کے حالات کتنے خراب رہے اور حاشر نے ہمیشہ اس کی مدد کی۔ کبھی کسی بہانے کبھی کسی بہانے۔ گرمیوں میں بہن کو یو پی ایس بھی لگوا کر دیا تھا اور اسے ایک ٹن کا اے سی بھی لے کر دیا۔ اس کے علاوہ!" اسد نے لسٹ گنوانی شروع کر دی۔

"اے سی کون سا نیا لے کر دیا تھا۔ استعمال شدہ تھا۔ اتنا تو بھائی کر ہی لیتے ہیں۔" عارفہ نے نگاہیں چراتے ہوئے کہا۔

"چلو جو بھی تھا۔ اس نے ہمیشہ خیال کیا جبکہ کوثر صاحبہ اور ان کے شوہر وقار نے کیا کیا؟ لاپروائی کا مظاہرہ کرنا، چیزیں بیچ دینا اچھی عادت ہے؟" اسد نے تلخی سے کہا۔

"بے چاروں کے حالات خراب چل رہے تھے۔ وقار بھائی کی تھوڑی آمدنی میں تین بچوں کے ساتھ گزارا کرنا آسان تو نہیں۔ میری بہن کی ہمت کی داد دیں۔" عارفہ نے اترا کر کہا۔ اسد تلخی سے ہنس پڑے۔

"تمہاری بہن جس کے گھر کو دیکھ کر ایسا لگتا ہے جیسے خانہ بدوش رہتے ہوں۔ بقول تمہارے سارا دن صفائی ستھرائی کرتی ہے مگر اس کے باوجود ہر چیز پر منوں کے حساب سے مٹی نظر آتی ہے۔ وہ ہی بہن جو ہر فرمائش لے کر بے دھڑک میکے آتی ہے۔ جب تک تمہارے والدین زندہ تھے ماشاء اللہ خوب بھرا ہے اور ان کے بعد یہ ذمہ داری حاشر نبھا رہا ہے۔" اسد نے آئینہ دکھاتے ہوئے کہا۔

"تو اس میں کیا برائی ہے؟" عارفہ نے تنک کر کہا۔

"بہت اچھا سوال کیا ہے بیگم صاحبہ! برائی یہ ہے کہ مال مفت، دل بے رحم والی بات ہے۔ جیسے یو

www.zemtime.com

پی ایس خراب کر کے دوبارہ ٹھیک کروانے کی زحمت نہیں کی اور اسے بیچ کر پھر تنگ ہوتے رہے جبکہ اے سی کے ساتھ بھی ایسا ہی کیا۔ سیزن ختم ہوتے ہی اسے سی فروخت کر دیا اور پھر اگلے سال ہر طرف دہائی دیتے کہ بچے گرمی میں بلبلا اٹھے ہیں۔ بھلا بندہ پوچھے جب والدین کو بچوں کے گرمی سے بلبلانے کی فکر نہیں ہے تو کوئی تیسرے محلے سے اٹھ کر آ کر کیا ہمدردی کرے گا۔ تم لوگوں نے تو ہمدردی کو بھی تماشا بنالیا ہے اور احسان فراموشی کو اپنا شیوہ۔۔۔!"

اسد تلخ ہو گئے۔ عارفہ کچھ کہتے ہوئے چپ کر گئی کہ اسد کا غصہ مزید بڑھ سکتا تھا مگر یہ سچ تھا کہ کوثر اور اس کا شوہر وقار مفت میں ملی چیزوں کو بے دردی سے استعمال کر کے پھینک دیتے تھے۔

"بہر حال! میرے کہنے کا مقصد صرف اتنا ہے کہ اپنے بھائی، بھابھی کی نیکیوں اور احسان کی قدر کیا کرو۔ تم تینوں کا مل کر، ان کے ساتھ لڑنا یا مقابلہ کرنا بہت غلط سوچ اور رویہ ہے۔"

اسد نے نرمی سے سمجھایا تو عارفہ سر ہلا کر دوسری طرف کروٹ لے کر لیٹ گئی۔ وہ اسد سے مزید بحث کر کے رات کو تماشا نہیں لگانا چاہتی تھی مگر دل میں وہ اگلے ہفتے میکے جا کر ارم بھابھی کو سبق سکھانے کا تہیہ کر چکی تھی۔

☆☆☆

پروگرام کے مطابق تینوں بہنیں اپنے بچوں کے ساتھ میکے میں جمع تھیں۔ عاصمہ کا بیٹا کامران یونیورسٹی کے پہلے سال میں تھا جبکہ اس سے چھوٹی دونوں بہنیں کالج کے پہلے اور دوسرے سال میں تھیں۔ کوثر کے تینوں بچے اسکول میں تھے۔

"کنول کا یہ سوٹ کہاں سے لیا ہے؟" عاصمہ نے اپنی بھتیجی کو دیکھتے ہی سوال کیا۔ کنول انجینئرنگ کے دوسرے سال میں تھی۔ ذہین اور بولڈ لڑکی۔

"کنول کو آسانی سے تو کوئی چیز پسند آتی نہیں ہے۔ اپنے باپ کے ساتھ جا کر ہی لاتی ہے۔ مجھ سے تو اتنی گرمی میں نہیں بازار جایا جاتا۔"

ارم نے نرم مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"تو حاشر کون سا اسے عام بازاروں میں لے کر جاتا ہے۔ لازمی بات ہے بڑے مالز سے شاپنگ کرتی ہوگی۔ سوٹ بھی ہزاروں میں لگ رہا ہے۔" عارفہ نے فوراً تنک کر کہا۔

"جی پھوپھو! صرف دس ہزار کا ہے۔" کنول نے اطمینان سے جواب دیا تو تینوں کے منہ کھلے کے کھلے رہ گئے جبکہ ثانیہ کا دل کیا کہ اپنا سر پیٹ لے۔ یہ سوٹ ثانیہ اور کنول نے ساتھ جا کر ہی پسند کیا تھا اور چار ہزار کا تھا مگر کنول جان بوجھ کر قیمت بڑھا کر بیان کر رہی تھی۔

نتیجہ سامنے تھا۔

"حاشر کے پاس بہت فالتو کے پیسے ہیں۔ بیٹی کو اتنی مہنگی یونیورسٹی میں پڑھا رہا ہے۔ دس دس ہزار کے سوٹ لے کر دیتا ہے۔ کبھی اتنا نہیں سوچا کہ بہنوں سے پوچھ لے کہ انھیں کوئی ضرورت تو نہیں؟" عارفہ نے غصے سے کہا۔

"آپ کا اپنا گھر ہے۔ آپ حکم کریں۔" ارم نے نرمی سے کہا۔

"بس رہنے دو یہ ڈرامے۔ ایسے اچھے بھائی بھابھی ہوتے تو کیا کہنے تھے۔" عاصمہ نے ناگواری سے کہا۔

"کوئی ہم سے پوچھے کہ ہم کم آمدنی میں کیسے گزارہ کرتے ہیں پھر بھی اللہ کا شکر ہے کسی سے شکوہ تو نہیں کرتے۔ بھلے میرے پاس کئی سال پرانے کپڑے ہیں مگر میرے کون سے والدین حیات ہیں جو بیٹی کو پرانے کپڑوں میں دیکھ کر نئے کپڑے فوراً دلا دیں گے۔" کوثر کہتے ہوئے مصنوعی طور پر آب دیدہ ہو گئی۔

"تم کیوں فکر کرتی ہو۔ ہم دونوں بڑی بہنیں ابھی موجود ہیں۔" عارفہ نے بڑھک مارتے ہوئے کہا۔

"یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ پھر آپ کس دن کوثر پھوپھو کو شاپنگ پر لے جا رہی ہیں؟" کنول

www.zemtime.com

نے مسکراتے ہوئے سوال کیا تو عارفہ سٹپٹا گئی۔
"ہاں، لے جاؤں گی۔ ثانیہ کے ابا سے پوچھ لوں۔" عارفہ نے نگاہیں چراتے ہوئے کہا۔
"میں ذرا کچن دیکھ لوں۔" ارم فوراً وہاں سے اٹھ کر کچن کی طرف بڑھی اور ساتھ ہی بیٹی کو بھی گھورا جو سر ہلاتی ماں کے پیچھے کچن میں چلی گئی۔ حاشر جو ابھی کام سے واپس آیا تھا۔ تینوں بہنوں کو دیکھ کر خوشی سے کھل اٹھا۔
"اچھا کیا کہ آپ تینوں مل کر آئی ہیں۔ کافی دن ہو گئے ہمیں ساتھ بیٹھ کر کھانا کھائے ہوئے۔" حاشر نے خوش دلی سے کہا۔
"اتنی محبت تھی تو بڑی دعوت کر کے بلا لیتے۔ ویسے خالی ہاتھ آئے ہو؟ پتا تو ہوگا کہ ہم آ رہے ہیں۔ کچھ مزے کا ہی لے آتے۔"
ہمیشہ کی چٹوری عاصمہ نے جلدی سے کہا۔
"ابھی عادل کو بھیج کر منگوا دیتا ہوں۔ آپ بتائیں کیا پسند کریں گی؟" حاشر نے فرماں برداری سے کہا تو تینوں بہنوں نے سموسے، جلیبی، دہی بھلے اور کوک کی فرمائش کر دی۔ حاشر نے میٹرک میں زیر تعلیم بیٹے عادل کو پیسے دے کر بازار بھیجا۔ جب کچن سے ارم چلی آئی۔
"کھانا تیار ہے۔" ارم نے جلدی سے کہا۔
"اتنی جلدی ہم کھانا نہیں کھاتے اور ویسے بھی حاشر نے کچھ سامان منگوایا ہے۔" عارفہ نے منہ بنا کر کہا۔
"ارم! تم عادل کو پہلے ہی بھیج کر چیزیں منگوا لیتیں۔ اب کھانا کس وقت کھائیں گی اگر سموسے، جلیبیاں ابھی کھا لیں گی تو۔" حاشر نے فکر مندی سے کہا۔ ارم نے حیرانی سے پہلے نندوں اور پھر شوہر کی طرف دیکھا۔
"بابا! مما نے عادل کو بھیج کر بیکری سے من پسند آئٹم منگوائے تھے ان کے ساتھ ہی چائے پیش کی ہے۔" کنول سلاد کی پلیٹ پکڑے کچن سے باہر آتے ہوئے بولی۔ حاشر نے چونک کر بیٹی کی طرف دیکھا۔
"تو یہ ہے بھئی! اس لڑکی کی بہت زبان ہے۔ ہم نہیں کچھ بھی کھا رہے۔ چلو گھر چلتے ہیں۔" عارفہ نے فوراً اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔
"ارے باجی! غصہ کیوں کر رہی ہیں۔ میں معذرت کرتا ہوں۔" حاشر نے جلدی سے کہا۔ پھر کافی دیر تک حاشر بہنوں کے بگڑے موڈ ٹھیک کرنے کی کوشش میں منت سماجت کرتا رہا۔ عادل کی لائی سب چیزوں سے لطف اندوز ہونے کے بعد، کھانا بھی ڈٹ کر کھایا گیا مگر حسب معمول کھانا پسند کسی کو نہیں آیا تھا۔
"ہم جب بھی میکے آتے ہیں، ایک ہی مینو ہوتا ہے۔ ہماری تو قسمت ہی خراب ہے۔ نہ والدین رہے اور نہ میکہ.....!"
عاصمہ نے گنجائش سے زیادہ کھاتے ہوئے بھی شکوہ کرنا ضروری سمجھا تھا۔
"اگلی بار جب آپ آئیں تو بتا دیجیے گا کہ کیا پسند ہے۔ وہ ہی بنا دوں گی۔"
ارم نے تھکے ہوئے انداز میں کہا۔ شدید گرمی اور حبس کے دنوں میں جہاں اپنے لیے کھانا بنانا مشکل تھا۔ وہاں اتنے لوگوں کا کھانا بنانا، چائے لوازمات پیش کرنا کچن سنبھالنا آسان بات نہیں تھی مگر اس پر بھی کوئی خوش نہیں تھا۔ تینوں بہنیں ہمیشہ کی طرح ناراض ہی میکے سے رخصت ہوئی تھیں۔
"یہ کبھی ہم سے خوش بھی ہوں گی؟" کنول نے منہ بنا کر کہا تو ارم نے اسے گھورا۔
"تم اگر اپنی زبان کو قابو میں رکھتیں تو شاید آج خوش ہی جاتیں مگر.....!" ارم نے کہا۔
"مما! غصہ مت کریں۔ وراثت ہے اپنی.....!" کنول نے شرارت سے کہا تو ارم منہ بنا کر کچن کی طرف بڑھ گئی۔

☆☆☆

"اسد صاحب! آپ میری ایک بات غور سے سن لیں۔"

www.zemtime.com

عارفہ نے اونچی آواز میں کہا۔ دروازے سے کان لگائے کھڑی تانیہ نے پریشانی سے ادھ کھلے دروازے سے نظر آتی ماں کی طرف دیکھا تھا۔

"میں نے ساری زندگی آپ کے گھر والوں کے ظلم و ستم برداشت کیے۔ ان کی خدمتیں کیں۔ مگر مجھے کیا صلہ ملا؟" عارفہ نے غصے سے کہا۔

"تحمل سے بات کرو۔ یہ ہماری بچی کی زندگی کا معاملہ ہے۔" اسد نے نرمی سے کہا۔

"میری اکلوتی بیٹی کے لیے انہوں نے رشتہ دینے کا سوچ بھی کیسے لیا؟ میں لاہور جیسے بڑے شہر سے اپنی بیٹی کو کسی چھوٹے شہر میں کیوں بھیجوں جبکہ بہت مشکل سے وہاں سے جان چھڑا کر اپنا علیحدہ گھر بنایا ہے۔"

عارفہ نے غصے سے کہا۔

اس کا سسرال منڈی بہاؤالدین کے آس پاس بستا تھا۔ جہاں اس کی نندیں اور جیٹھ آج بھی اپنی آل اولاد کے ساتھ رہتے تھے۔ اسد کے بڑے بھائی نے اپنے اکلوتے اور قابل بیٹے عرفان کے لیے تانیہ کا ہاتھ مانگا تھا۔ دراصل تانیہ اور عرفان ایک دوسرے کو پسند کرتے تھے اور اس بات سے عارفہ اور اسد بخوبی آگاہ تھے۔ اسد کو تو یہ رشتہ دل سے پسند تھا مگر عارفہ اس رشتے کے لیے راضی نہیں تھی اور مسلسل انکار کر رہی تھی۔

"تمہاری سوچ احمقانہ ہے۔ شہروں کا کوئی مقابلہ نہیں ہوتا۔ اصل بات قسمت کی ہے اور اچھے لوگوں کے ملنے کی ہوتی ہے۔ عرفان کی اچھی جاب ہے۔ اس کا مستقبل روشن ہے۔ ہماری بیٹی بہت خوش رہے گی۔" اسد نے نرمی سے کہا۔

"میں کبھی اس رشتے کے لیے نہیں مانوں گی اور.....!"

عارفہ غصے میں کہتے ہوئے جیسے ہی پلٹی تو اس کی نگاہ نم آنکھوں کے ساتھ واپس پلٹتی تانیہ پر پڑی۔ ایک لمحے کے لیے عارفہ کا دل کسی نے مٹھی میں لے لیا تھا۔ وہ چپ کر گئی۔

"تانیہ کی پسند سے ہم دونوں واقف ہیں۔ تم ٹھنڈے دل سے غور تو کرو۔" اسد نے پھر سمجھانا چاہا۔ عارفہ کچھ کہے بغیر کمرے سے باہر نکل گئی۔

☆☆☆

تانیہ بے زاری سے پچھلے آدھے گھنٹے سے ماں کے پاس بیٹھی، ان کی باتیں سن رہی تھی۔ حسب معمول زیر بحث میکہ ہی تھا۔ تانیہ خاموشی سے ماں کا چہرہ دیکھتی رہی۔ وہ جانتی تھی کہ سستے کال پیکجز کا سب سے زیادہ استعمال اس کی ماں اور خالائیں ہی کرتی تھیں۔ جن کا ہدف صرف اور صرف ارم بھابھی تھیں۔ عارفہ نے فون بند کیا تو تانیہ کی طرف مسکرا کر دیکھا۔

"اماں! ایک بات پوچھوں؟" تانیہ نے سنجیدگی سے سوال کیا۔ عارفہ نے سر ہلایا۔

"کیا آپ کو نہیں لگتا کہ آپ بلاوجہ ہی ارم مامی سے بغض رکھتی ہیں۔ ورنہ سچ تو یہ ہی ہے کہ ماموں اور مامی ہمیشہ ہر چیز میں آگے ہوتے ہیں۔" تانیہ نے سنجیدگی سے کہا۔ وہ آج کے دور کی پڑھی لکھی اور سمجھ دار لڑکی تھی جو رویوں کو پرکھنا جانتی تھی۔ عارفہ نے ٹھٹک کر بیٹی کی طرف دیکھا۔

"تمہیں کیوں اپنی مامی سے اتنی ہمدردی ہو رہی ہے؟ کنول سے زیادہ دوستی رکھنے کے بجائے، اپنی خالہ کی بچیوں سے تعلق رکھو۔"

عارفہ نے تلخی سے کہا تو تانیہ طنزیہ ہنس پڑی۔

"اماں! کبھی دوستی اور محبت کا اظہار ان کی طرف سے بھی ہوا ہے؟ عاصمہ خالہ کی دونوں بیٹیاں کالج جاتی ہیں مگر ضرورت کے علاوہ کوئی بات یا رابطہ نہیں کرتیں۔ جبکہ کوثر خالہ کی بڑی بیٹی نویں جماعت میں ہے مگر بنتی ایسے ہے جیسے ننھی بچی ہو۔ کنول کا مینٹل لیول، اس کی سوچ، اس کے انداز سب ظاہر کرتے ہیں کہ ماموں اور مامی نے بچوں کی تربیت کی ہے، صرف پالا ہی نہیں ہے۔" تانیہ نے منہ بنا کر کہا۔

"جو بھی ہے میری بہنیں مجھ پر جان دیتی ہیں

www.zemtime.com

اگر کبھی مجھ پر کوئی مشکل وقت آیا تو سب سے پہلے وہ میرے ساتھ کھڑی ہوں گی۔"

عارفہ نے یقین سے کہا۔

"اماں! اس طرح تو تایا ابو بھی ہمیشہ بابا کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں مگر آپ تو انھیں اچھا نہیں سمجھتی ہیں اور۔۔!" تانیہ نے تلخی سے کہا۔

اس سے پہلے کہ عارفہ کوئی جواب دیتی، ان کے موبائل پر کسی انجان نمبر سے کال آنے لگی۔ عارفہ نے فون کان سے لگایا۔

"جی میں ان کی مسز بات کر رہی ہوں۔ کیا ہوا؟" عارفہ نے گھبرا کر پوچھا اور اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔

"ہارٹ اٹیک۔۔!" عارفہ نے کہتے ہوئے دل پر ہاتھ رکھا اور تیورا کر صوفے پر گر گئی۔ تانیہ نے چیخ ماری اور تیزی سے ماں کی طرف لپکی۔

☆☆☆

پچھلے تین دن سے وہ ہسپتال میں خوار ہو رہی تھی۔ اسد کو ہونے والا ہارٹ اٹیک بہت سیریس تھا۔ اس کی تمام رپورٹس خراب آئی تھیں۔

عارفہ اور تانیہ کا رو رو کر برا حال تھا جبکہ اسد کے بارے میں سنتے ہی ان کا بڑا بھائی، بھتیجا، دونوں بہنیں، ان کے بیٹے سب ہسپتال پہنچ گئے تھے۔

لڑکوں نے ہسپتال کے باہر باغ میں ڈیرا ڈال لیا۔ شدید گرمی میں وہ سب باہر بیٹھے رہتے کیونکہ اندر صرف ایک شخص کو آنے کی اجازت تھی۔

مگر کوئی دوائی لانی ہوتی یا کسی اور چیز کی ضرورت ہوتی تو سب لڑکے حاضر ہوتے۔ حاشر اور ارم ہر روز ہسپتال آتے۔ ارم اسد کے لیے پرہیزی کھانے کے علاوہ، عارفہ اور تانیہ کے لیے بھی کھانا بنا کر لاتی۔ کنول اور عادل بھی والدین کے ساتھ پورا خیال رکھ رہے تھے۔

جبکہ عاصمہ اور کوثر صرف ایک بار تھوڑی دیر کے لیے ہسپتال آئیں اور اس کے بعد فون پر ہی رابطہ رکھا۔

"دل تو میرا بھی کرتا ہے کہ ارم بھابھی کی طرح ہر روز ہسپتال کا چکر لگاؤں مگر ہسپتال میرے گھر سے دور ہے۔ اتنا کرایہ لگ جاتا ہے۔"

عاصمہ نے اپنی مجبوری بتائی تو عارفہ چپ رہ گئی۔ وہ بہن سے نہیں کہہ سکی کہ اس مشکل وقت میں ماں جائی کے کندھے سے لگنے کی خواہش دل میں بین کرتی تھی۔

"وقار آفس سے دیر سے آتے ہیں۔ میں اتنی دور کیسے آؤں۔"

کوثر کے پاس بھی بہانا موجود تھا۔ عارفہ یہاں بھی کچھ نہیں بول سکی۔ بعض دفعہ زندگی میں ایسے مقام بھی آتے ہیں جہاں کسی بہت اپنے پر کیا مان ایسے ٹوٹتا ہے کہ پھر بولنے کے لیے کچھ باقی نہیں رہتا ہے۔ ایسا ہی عارفہ کے ساتھ ہوا تھا۔ ان تینوں نے روزانہ کی بنیاد پر اتنی باتیں کر لی تھیں کہ ضرورت کے وقت کسی کے پاس بولنے کے لیے ہمدردی کے دو بول بھی باقی نہیں بچے تھے کیونکہ انھیں تو صرف غیبت، چغلیاں اور دوسروں کی برائیاں کرنے کی عادت نے ایک دوسرے سے جوڑا ہوا تھا۔

☆☆☆

"کنول اور تانیہ کچھ دیر میں عادل کے ساتھ ہسپتال آجائیں گی۔ آپ میرے ساتھ گھر چلیں۔ بہت تھک گئی ہیں۔"

ارم نے نرمی سے عارفہ کے تھکے چہرے کی طرف دیکھ کر کہا۔ اسد کی حالت بہت بہتر تھی۔ امید تھی کہ آج کل میں ڈسچارج کر دیا جائے گا۔

عارفہ نے خاموش نگاہوں سے اس بھابھی کی طرف دیکھا جس کی۔۔۔ کوئی بھی نیکی یا عمل عام حالات میں کبھی نظر نہیں آیا تھا۔

"چچی! میں اور پاپا رات یہاں ہی رکیں گے۔ میں ڈاکٹرز سے مل کر اسد چاچو کی رپورٹس ڈسکس کر لوں گا۔ آپ فکر مت کریں۔"

عرفان نے پاس کر آ کر تسلی دی تو ارم نے متاثر نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا جو گرمی اور حبس کے

www.zemtime.com

دنوں میں باہر بیٹھا رہتا تھا۔

"بیٹا! آپ لوگوں کو آئے کافی دن ہو گئے ہیں۔ اچھا کیا کہ اسد بھائی کی بہنوں کو واپس گھر بھیج دیا تھا۔ آپ لوگ بھی چلے جائیں۔ آرام کریں۔ میرا بیٹا یہاں ہے۔" ارم نے نرمی سے کہا۔ اسی وقت تانیہ اور کنول بھی عادل کے ساتھ وہاں پہنچ گئی تھیں۔

"بہت شکریہ آنٹی! مگر جب تک اسد چاچو ٹھیک ہو کر گھر نہیں جائیں گے۔ ہم یہاں ہی ہیں۔ بیماری اور تکلیف میں اگر پیچھے ہٹ گئے تو کیا فائدہ ایسے خون کے رشتوں کا۔" عرفان نے نرمی سے کہا اور وہاں سے چلا گیا۔

"ماشاء اللہ! آپ کے سسرال میں بچوں کی تربیت بہت عمدہ کی گئی ہے۔ ورنہ آج کل بچے کہاں اتنے ہمدرد ہوتے ہیں۔"

ارم نے متاثر انداز میں کہا۔ تانیہ نے جتاتی نگاہوں سے ماں کی طرف دیکھا۔ عارفہ نے نگاہیں چرالی تھیں۔

☆☆☆

"اماں! آپ نے دیکھا کہ مشکل وقت میں کون ہمارے ساتھ کھڑا رہا اور کون نہیں!"

اسد ڈسچارج ہو کر گھر واپس آئے تو ایک دن تانیہ نے موقع ملتے ہی ماں سے کہا۔

عارفہ خاموش نگاہوں سے سامنے رکھے فون کو دیکھ رہی تھی۔ جس پر کچھ دیر کے بعد عاصمہ کی کال آئی تھی۔

"تانیہ! کسی کی مجبوری بھی ہوتی ہے۔ تمہاری دونوں خالائیں کیا کرتیں؟ ان کے گھر دور تھے اور۔۔۔!" عارفہ نے جلدی سے کہنا چاہا۔

تانیہ ہنس پڑی۔

"میں نے ان کا نام نہیں لیا تھا مگر آپ خود ہی سمجھ گئیں کہ میرا اشارہ کس طرف ہے۔" تانیہ نے مسکرا کر ماں کی طرف دیکھا۔

"اماں! بات صرف اتنی سی ہے کہ جو رابطے اور تعلق، دوسروں کو نیچا دکھانے کے لیے قائم کیے جاتے ہیں۔ مشکل وقت آنے پر وہ ایسے ہی ڈس کنیکٹ ہو جاتے ہیں۔ کیوں کہ وہ خلوص یا دل سے نہیں جڑے ہوتے بلکہ مفاد پر چلتے ہیں جس کے سگنل مشکل حالات میں کبھی نہیں ملتے ہیں۔"

تانیہ نے سنجیدگی سے کہا۔ اسی وقت عارفہ کے موبائل پر عاصمہ کی کال آنے لگی۔ تانیہ گہری سانس لے کر اٹھنے لگی۔ تب ہی عارفہ نے ہاتھ بڑھا کر کال کاٹ دی۔ تانیہ نے حیرانی سے ماں کی طرف دیکھا۔ عارفہ مسکرائی۔

"خون کے رشتوں کو مفاد کی نہیں، احساس کی ضرورت ہوتی ہے۔ میں سمجھ چکی ہوں کہ کسی تیسرے کو ہدف بنانے سے، ہمارے تعلق کا اتفاق اور پیار ثابت نہیں ہوتا ہے۔" عارفہ نے سنجیدگی سے کہا اور فون موبائل اٹھا کر کمرے سے باہر نکلنے لگی۔

"آپ خالہ سے بات تو کر لیتیں۔" تانیہ نے جلدی سے کہا۔ عارفہ نے رک کر بیٹی کی طرف دیکھا جو سب رشتوں کو ساتھ لے کر چلنا چاہتی تھی مگر منافقت کے بغیر۔ ہر رشتے کو اس کے اصل مقام پر رکھ کر.....!

"آج کے بچے ہم سے زیادہ سمجھ دار اور مخلص ہیں۔" عارفہ نے دل میں اعتراف کیا تھا۔

"ضرور کروں گی۔ وہ میری بہنیں ہیں۔ ان سے رشتہ کبھی ختم تو نہیں ہو سکتا مگر اب سب سے پہلے مجھے وہ رشتے جوڑنے ہیں، جنہیں سالوں پہلے توڑ چکی تھی۔ تمہاری مامی کا بہت دل دکھایا ہے۔ اس پر اپنے بہتر اخلاق سے مرہم رکھنا ہے اور ہاں یاد آیا تمہارے باپ کے تندرست ہوتے ہی، تمہارے تایا کو رشتے کے لیے ہاں بھی کہنی ہے۔ بھلا عرفان سے اچھا اور نیک داماد ہمیں کہاں ملے گا۔"

عارفہ نے مسکرا کر کہا اور حیران و پریشان بیٹھی تانیہ کو چھوڑ کر کمرے سے باہر چلی گئی۔

عارفہ خوش تھی کہ زندگی نے اسے مثبت سبق سکھا دیا تھا۔

☆☆

www.zemtime.com
ZEMTime SINCE 2014